فتوی نمبر: 16

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

سوال: 16 اللہ تعالیٰ کے ذات وصفات کے بارے میں ہم اہل السنۃ والجماعۃ کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

جواب: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور صفات کے ساتھ موجود ہے اور ہر مسلمان مرد وعورت کو اس کی ذات اور ان تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے جو کہ:

۱۔۔۔ کتاب وسنت یا مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔

۲۔۔۔ وہ صفات جنہیں کسی بھی الہامی کتاب میں کبھی بھی نازل کیا گیا ہو۔

۳۔۔۔ وہ صفات جنہیں اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی پر ظاہر نہیں فرمایا اور وہ خالصتاً اسی کے علم ازلی وابدی میں ہیں۔

علم کلام میں صفات باری تعالیٰ کو تین عنوانات کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

① صفات ذاتیہ

یہ صفاتِ باری تعالیٰ کی پہلی قسم ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فقہ اکبر" میں ان کی تعداد سات تحریر فرمائی ہے۔

فتوی نمبر: 16

أما الذاتية فالحياة، والقدرة، والعلم، والكلام، والسمع، والبصر، والإرادة.(1)

اور اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات یہ ہیں: ① حیات ② قدرت ③ علم ④ کلام ⑤ سمع ⑥ بصر ⑦ ارادہ

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المسايرة في العقائد المنجية في الآخرة" کے حاشیہ میں شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جلیل القدر استاد علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اور شرح "فقہ اکبر" میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی ان حقیقی یا ذاتی صفات میں ایک اور صفت کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور وہ ہے "صفتِ تکوین"۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات میں ایک اور صفت یعنی "تکوین" کو بھی شمار کیا جائے تو پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتی صفات آٹھ قرار پائیں گی۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "شرح فقہ اکبر" میں تحریر فرماتے ہیں:

فالصفات الأزلية عندنا ثمانية.(2)

ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ازلی صفات آٹھ ہیں۔

فقہائے عظام اور علمائے علم کلام رحمۃ اللہ علیہم اپنی اپنی کتابوں میں صفاتِ الٰہیہ کی مباحث میں

---

(1) الفقه الأكبر، الصفات الذاتية والفعلية، ج: 1، ص: 68

(2) شرح الفقه الأكبر، بحث في بيان الصفات الفعلية واختلاف الماتريدية والأشاعرة،ص: 23

فتوی نمبر: 16

اللہ تعالیٰ کی انہی صفات ثمانیہ کا کبھی "صفاتِ ذاتیہ"، کبھی "صفاتِ ازلیہ"، کبھی "صفاتِ ثبوتیہ"، کبھی "صفاتِ کمالیہ"، کبھی "صفاتِ حقیقیہ" اور کبھی "صفاتِ ثمانیہ" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔

ہر مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی ان "صفات ثمانیہ" پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان صفات ثمانیہ کو آسانی سے یاد رکھنے کی غرض سے ہم نے ایک سجع بنادیا ہے:

"ساعت حق کب"

① س — سین — سمع

② ا — الف — ارادہ

③ ع — عین — علم

④ ت — تاء — تکوین

⑤ ح — حاء — حیات

⑥ ق — قاف — قدرت

⑦ ک — کاف — کلام

⑧ ب — باء — بصر

در حقیقت یہ صفات ذاتیہ وہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ان کی ضد قائم نہیں کی جاسکتی کہ وہ توتوہین صفات باری تعالیٰ اور کفر ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت "حیات" کو ماننا

فتویٰ نمبر: 16

ضروری ہے اگر کوئی حیات کی ضد موت کو اللہ تعالیٰ کے لیے مانے گا (والعیاذ باللہ) تو وہ مسلمان ہی نہیں رہے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ میں سے ایک صفت "علم" ہے تو اس کی ضد قائم نہیں کی جاسکتی کہ وہ "جہل" ہے تو اللہ تعالیٰ کو کسی بھی معاملے میں بے خبر ماننا اس کی توہین اور کفر ہے۔ ایک تیسری مثال یہ ہے کہ صفت "قدرت" اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے۔ اب اس ذات بابرکات کو بیکار ماننا یہ کفر کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔

② صفات فعلیہ

اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات جن کا تعلق اس کی مخلوق کے ساتھ ہے وہ صفات فعلیہ کہلاتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ حیات بخشتا ہے اور موت بھی وہی دیتا ہے، عزت سے نوازتا بھی وہی ہے اور رسوائی بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

ان تمام "صفات فعلیہ" کا تعلق خلق خدا سے ہے کہ مخلوق پر ان "صفات فعلیہ" کا اظہار ہوتا ہے۔ یعنی اگرچہ وہ زندگی اور موت کا مالک ہے لیکن اس کی یہ دونوں صفات مخلوق پر ہی ظاہر ہوں گی۔ اگرچہ وہ ہمیشہ سے رزاق ہے، وہ اس وقت بھی رزاق تھا جب اس کے علاوہ کوئی نہ تھا، لیکن اس صفت رزاقیت کا اظہار اس وقت ہوا جب اس نے مخلوق کو رزق دیا۔ اس کی یہ صفت رزّاقیت آج بھی جاری ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گی۔ فرض کر لیجیے کہ کبھی بھی وہ اپنی تمام مخلوق کو ختم کر دے اور اس کے علاوہ کوئی نہ

فتوی نمبر: 16

رہے تو بھی وہ اسی طرح صفت رزّاقیت سے متصف ہے جیسے کہ وہ اس وقت بھی رزاق تھا جب مخلوق کا کوئی وجود نہ تھا۔

علمائے علم کلام میں سے بعض علماء نے ان صفات فعلیہ کو آسانی سے سمجھنے کے لیے انھیں دو شاخوں میں تقسیم کر دیا ہے:

۱۔ صفات فعلیہ ثبوتیہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ تمام "صفات فعلیہ" جن میں اثبات پایا جاتا ہے مثلاً یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خالق ہے وہ رزّاق ہے وہ حی اور وہ قیوم ہے۔

۲۔ صفات فعلیہ سلبیہ: یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات فعلیہ جن میں سلب پایا جاتا ہے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ مضل ہے، وہی ممیت ہے اور وہی مذل ہے۔

③ صفات خبریہ یا صفات متشابہات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تیسری قسم کی صفات وہ ہیں جن کی خبر خود اسی کی ذات مبارکہ نے دی ہے اس لیے ہم ان صفات کو "صفات خبریہ" کہتے ہیں یعنی وہ صفات جن کی خبر ہمیں قرآن کریم یا حضور اقدس ﷺ کی صحیح احادیث کے ذریعے ملی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات خبریہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

وله يد ووجه ونفس كما ذكره الله تعالى في القران فما ذكره الله تعالى في القران من ذكر الوجه، واليد، والنفس فهو له صفات بلا

فتوی نمبر: 16

کیف.[1]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے کہ اس پاک ذات کا ہاتھ ہے اور چہرہ ہے اور اس کا نفس (جی) ہے لیکن جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں چہرے، ہاتھ اور نفس (جی) کا ذکر کیا ہے یہ اس ذات پاک کی صفات ہیں اور یہ کیسی ہیں اس کا کسی کو علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ید (ہاتھ)، وجہ (چہرہ)، نفس (جی) کے علاوہ بھی اپنے لیے کچھ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے جیسے عین (آنکھ) استواء (قائم ہونا) یا قبضہ (مٹھی) یا قدم (پاؤں) وغیرہ اور متواتر احادیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ آیا ہے جیسے نزول (باری تعالیٰ کا نازل ہونا) یا رضائے باری تعالیٰ یا اس کا غضب وغیرہ تو ان تمام صفات کے متعلق ہمارا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ صفات یقیناً اس کی مخلوق سے نہ تو کوئی مشابہت رکھتی ہیں اور نہ ہی ان صفات کی حقیقت معلوم کی جاسکتی ہے

ان صفات باری تعالیٰ کو "صفات خبریہ" یا "صفات متشابہات" کہا جاتا ہے۔ ان کو مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے یہ لکھا جاتا ہے کہ ان سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے مشابہ ہونا مفہوم ہوتا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ کا جسم دار ہونا سمجھا جاتا ہے جیسے ہاتھ، چہرہ، قدم، انگلیاں، استواء علی العرش وغیرہ وغیرہ۔

---

(1) شرح الفقه الأكبر، بحث أن الباري جل شانه له يد ووجه ونفس بلا كيف.

www.seerat.net

فتوی نمبر: 16

اب آپ متشابہ کا مطلب سمجھیے، متشابہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو چیزیں جو باہمی طور پر ایک دوسرے سے اتنی ملتی جلتی ہوں کہ کوئی انسان ان دونوں چیزوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے سے عاجز آجائے۔ یا یوں کہیے کہ دو ایسی باتیں جو آپس میں اتنی ملتی جلتی ہوں کہ انسانی ذہن ان دونوں باتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے اور جدا کرنے سے قاصر ہو۔ اہل علم اپنی زبان میں اس مفہوم کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ لفظ جو اپنے معانی پر قطعی دلالت نہ کرے۔

اس لیے متشابہات کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ انسان چونکہ انہیں سمجھنے سے عاجز ہے اس لیے ان کو سمجھنے کی زیادہ کوشش بھی نہ کرے اور اس معاملے میں خاموش رہے۔

اب متشابہات کی تعریف (صفات باری تعالیٰ میں وہ الفاظ جو اپنے قطعی ہونے پر دلالت نہ کریں) اور ان کے حکم (سکوت) کو سمجھ لینے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی جن صفات کی خبر دی ہے (صفات خبریہ) مثلاً چہرہ، آنکھ، دونوں ہاتھ یا حضور اقدس ﷺ نے صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے جن اعضاء کا ذکر فرمایا ہے جیسے قدم (پاؤں) اصابع (انگلیاں) ان میں اور مخلوق کی آنکھوں، پاؤں، ہاتھ وغیرہ میں صرف ظاہری الفاظ کا اشتراک ہے وگرنہ حقیقت میں انسانی اعضاء (ہاتھ، آنکھ، چہرہ وغیرہ) اور صفات باری تعالیٰ (ہاتھ، آنکھ، چہرہ وغیرہ) میں دور

فتوی نمبر: 16

دور کا بھی اشتراک نہیں۔ انسان اور اس کے اعضاء مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔
آپ خود سوچیں خالق اور مخلوق دونوں کہیں بھی، آپس میں مل سکتے ہیں؟
اہل علم اس بات کو جب بیان کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ اعضاء انسانی اور صفات باری تعالیٰ میں محض الفاظ مشترک ہیں، مسمیٰ کا اشتراک قطعاً نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی مشابہت اور جسم سے قطعاً پاک ہے۔ اس لیے ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات خبریہ یا صفات متشابہات کے بارے میں بجز باری تعالیٰ کے کوئی قطعاً نہیں جانتا، مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے آنکھوں (بِأَعْيُنِنَا) کا تذکرہ فرمایا ہے اور اب ان آنکھوں (بِأَعْيُنِنَا) کی حقیقت کیا ہے؟ اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔
جب یہ حقیقت معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تین طرح کی صفات ثابت ہیں:
① صفات ثمانیہ ② صفات فعلیہ ③ صفات خبریہ
تو کیا ایمان لانے کے اعتبار سے ان سب میں کچھ فرق ہوگا، یا تینوں پر ایک ہی طرح سے ایمان رکھنا ہوگا؟ تو حق یہ ہے کہ اس سوال کا جواب حضرت اقدس استاذ الاساتذہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" میں دیا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

لا فرق بين السمع البصر والقدرة والضحك والكلام والإستواء فإن المفهوم عند أهل اللسان من كل ذلك، غير ما يليق بجناب القدس،

فتوی نمبر: 16

وهل في الضحك استحالة إلا من جهة أنه يستدعي الفم؟ وكذلك الكلام، وهل في البطش والنزول استحالة إلا من جهة أنهما يستدعيان اليد والرجل وكذلك السمع والبصر يستدعيان الأذن والعين. والله أعلم[1]

صفات باری تعالیٰ میں سمع اور بصر، قدرت اور ہنسنے اور کلام اور استواء میں کوئی فرق نہیں ہے؛ کیونکہ ان تمام الفاظ سے جو بات اہل زبان (ماہرین لغت) کے نزدیک سمجھی جاتی ہے وہ بات اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے شایان شان نہیں ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت ضحک (ہنسنا) ہے اور اسے سمجھنا محال ہے کیونکہ ضحک (ہنسنا) کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے لیے منہ بھی چاہیے اور پھر یہی حال صفت کلام کا بھی ہے (کہ اس کے لیے بھی منہ درکار ہے) اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی صفت بطش (پکڑنا) اور صفت نزول (اُوپر سے نیچے آنا) ہے، انہیں بھی سمجھنا اس لیے محال ہے کہ ان صفات کا تقاضا ہاتھ اور پاؤں ہیں۔ سمع (سننا) اور بصر (دیکھنا) بھی اللہ تعالیٰ کی ثابت صفات ہیں مگر ان کا تقاضا کان اور آنکھ ہیں۔

سو اس لیے ان تمام صفات حقیقیہ (سمع، بصر، قدرت، کلام وغیرہ) اور تمام صفات فعلیہ

(1) حجة الله البالغة، ج: 1، ص: 191

فتوی نمبر: 16

(رزّاق ہونا اور خالق ہونااور معز ومذل ہونا) اور صفات خبریہ (نزول، بطش، استواء، ضحک وغیرہ) تشابہات ہونے کے اعتبار سے سب برابر ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات خواہ حقیقی ہوں یا فعلی ہوں یا خبری ہوں، ہم ان سب پر اور اللہ تعالیٰ کی باقی تمام صفات پر بھی ایمان لاتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ اس کی تمام صفات مخلوق کی صفات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتیں۔

④ التفویض مع التنــزیہ

صفات باری تعالیٰ کو اس کی مخلوقات کی صفات سے پاک ہونے اور صفات باری تعالیٰ کی حقیقت کو اسی ذات عالی سبحانہ وتعالیٰ کے حوالے کر دینے کا عقیدہ:

اکابرین اُمت اللہ تعالیٰ کی صفات کو بیان کرنے اور اس موضوع پر تحریر کرنے میں حد درجہ محتاط تھے اس لیے ان کا مسلک یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے اس مشابہت کی قطعاً نفی کی جائے۔ اس ذاتِ عالی کی پاکی بیان کی جائے اور اس کی صفات بغیر کسی کیفیت کے ثابت ہیں اور ان صفات کے معانی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے تو اس ذات اقدس کی صفت سمع (سننے) کا اثبات کیا جائے۔ اور کیا وہ مخلوق کی طرح کانوں کا یا سننے کا محتاج ہے؟ اس کی بالکل نفی کر دی جائے۔ پھر یہ کہ اس کے سننے کا طریقہ کیا ہے، اس سوال پر خاموش رہا جائے اور یہ اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، ہم نہیں جانتے۔ یہی مسلک اسلاف کرام رحمۃ اللہ علیہم کا تھا، یہی برحق ہے، اور

فتوی نمبر: 16

یہی احتیاط پر مبنی ہے۔ اس کو فقہائے کرام اور علمائے علم کلام رحمۃ اللہ علیہم اپنی اصطلاح میں "التفويض مع التنــزيه" یا پھر "التفويض مع تنــزيه الله تعالى عن مشابهة المخلوقات" کہتے ہیں۔

مندرجہ بالا مسلک یا عقیدہ ہی درست ترین تھا اور ہے اور "دارالعلوم ندوۃ العلماء" پاکستان کا حقیقی مسلک یہی ہے۔ محدثین کرام اور اسلاف عظام رحمۃ اللہ علیہم اسی عقیدے پر خود بھی قائم تھے اور اپنے بعد اُمت کے لیے یہی منہج نور چھوڑ کر گئے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ ہوا کہ لوگوں نے تفویض کی بات کو بھلا دیا اور ایسے فرقے پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کرنے لگے اس موقع پر محدثین اور متکلمین اُمت رحمۃ اللہ علیہم کو پھر ضرورت پیش آئی کہ اُمت کو تجسیم کی گمراہی سے بچانے کے لیے صفات باری تعالیٰ کی تاویل کی جائے۔ اس تاویل کو سمجھنے کے لیے غالباً یہ ایک مثال کافی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بات ارشاد فرمائی:

﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں کے اُوپر ہے۔

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کیسا ہے؟ اس سوال کا محدثین کرام اور مجتہدین عظام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ ہے اور اس کا ہاتھ مخلوق کے ہاتھوں کی مشابہت سے بالکل پاک ہے ان جیسا ہرگز نہیں ہے تو پھر کیسا ہے؟ اس سوال کے

فتوی نمبر: 16

جواب میں متاخرین رحمۃ اللہ علیہم نے تاویل کا طریقہ اختیار فرمایا اور یہ لکھا اور کہا کہ "ید" "ہاتھ" سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اگر اسے انسانی ہاتھوں کی طرح کامان لیا جائے تو اس سے ذات باری تعالیٰ کے لیے تجسیم لازم آتی ہے اور یہ کفر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

وفي التخيير ما جاء في القرآن من اليد والوجه لله تعالى وليس بجارحة هل يجوز إطلاق هذه الأشياء بالفارسية؟ قال بعض المشايخ رحمهم الله تعالى يجوز إذا لم يعتقد الجوارح وقال أكثرهم: لا يصح وعليه الاعتماد كذا في التتارخانية.(1)

اس لفظ کے حقیقی معنی کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا اور اس طرح کے سوالات کرنے کو ہم پسند نہیں کرتے۔

⑤ التاويل مع التنــزيه عن مشابهة المخلوقات:

صفات باری تعالیٰ کو اس کی مخلوقات کی صفات سے پاک ہونے اور ان صفات باری تعالیٰ کی حقیقت کی تاویل کرنے کا عقیدہ:

اب جب گمراہی پھیلی اور گمراہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کرنے لگے اور کہنے

(1) الفتاوى الهندية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجباب الكفر أنواع، ومنها ما يتعلق بذات الله وصفاته وغير ذلك، ج: 2، ص: 258

فتوی نمبر: 16

لگے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھی اس کی مخلوق کے ہاتھوں جیسا ہے تو پھر محدثین اور متکلمین رحمۃ اللہ علیہم نے لفظ "ہاتھ" کی تاویل کی اور یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد اس کی قدرت ہے اور ایسا کلام عرب میں واقع بھی ہوا ہے اور اس طرح پھر اللہ تعالیٰ کے لیے جتنے بھی اعضاء کا ذکر ہے سب کی تاویل کی گئی مثلاً "عین" (آنکھ) سے مراد حفاظت، اللہ تعالیٰ کے نزول سے مراد اس کی رحمت کا نزول، اور اللہ تعالیٰ کے آنے سے مراد اس کے حکم کا، یا اس کے عذاب کا آنا مراد لیا گیا اور جن حضرات نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات خبریہ کی تاویل کی، ان کے مؤقف کو "التفویض مع التاویل" یا "التاویل مع التنزیہ عن مشابھة المخلوقات" کے عنوان سے تحریر کیا گیا۔ حضرات اشاعرہ اور ماتریدیہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے۔

پہلا مؤقف جمہور سلف صالحین کا تھا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے بعد کے زمانے تک کے جمہور اکابرین علماء وصلحاء مجتہدین اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم شامل تھے اور اب بھی ہیں۔ اور دوسرا مؤقف خلف متاخرین رحمۃ اللہ علیہم کا ہے اور اس میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک کے بڑے بڑے اکابر فقہاء اور اجلہ علماء متکلمین اشاعرہ اور ماتریدیہ شامل ہیں۔

یہ دونوں گروہ برحق ہیں۔ ان دونوں کے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کی اساس ہیں، کوئی بھی شخص جس کا عقیدہ ان دونوں گروہوں میں سے کسی بھی گروہ کے مطابق

فتوی نمبر: 16

ہو وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل ہے۔ ہاں البتہ پہلے گروہ کا مسلک (التفویض مع التنــزیہ) زیادہ احتیاط پر مبنی ہے اور اہل علم اسی گروہ کو ترجیح دیتے رہے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جمہور خلف اہل السنۃ (التفویض مع التاویل) کا راستہ گمراہی کا تھا بلکہ زمانے کی ضروریات اور نئے نئے فتنوں سے حفاظت کے لیے تاویل کا مؤقف اختیار کیا گیا اور یہ بھی نہایت احتیاط کی گئی کہ صفات باری تعالیٰ کی تاویل صرف وہ کی جائے جس تاویل کی اصل کتاب وسنت سے ثابت ہو اور یہ تاویلات وغیرہ بھی اسی لیے کی گئی کہ لوگوں کو عقیدے کی گمراہی سے بچایا جاسکے۔ اور انہوں نے یہ بھی تصریح کی کہ یہ تاویل احتمال کے درجے میں ہے، کوئی یقینی بات نہیں ہے؛ کیونکہ متشابہات کے معانی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ سلف اور خلف دونوں باری تعالیٰ کی "تنــزیہ عن مشابهة المخلوقات" پر متفق ہیں لیکن چونکہ سلف کے زمانے میں گمراہ فرقے زیادہ نہیں تھے اس لیے انہوں نے تفصیل سے صفات خبریہ کی تاویل نہیں کی بلکہ سکوت فرمایا اور متاخرین کے زمانے میں فتنے اور گمراہ عقائد کی کثرت تھی اس لیے انہوں نے تاویل کو تفصیل سے بیان کیا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

وإذا قال: "دست خدا دراز است"، فهذا كفر عند أكثرهم. وفي الفتاوى الخلاصة: قال الحاكم الإمام: ليس بكفر، وبعض أصحابنا

فتوی نمبر: 16

قالوا: إن عنى به الجارحة فهذا كفر، وإن عنى به القدرة لايكون كفرا، وفي النصاب: وعلى هذا امرأة أخبرت بقدوم زوجها فقالت: **"آمد چون دست خدا"** تكفر. وفي أصول الصفار: سئل رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ عمن قال: اليد المذكورة المضافة إلى الله تعالى عبارة عن القدرة، هل يجوز أم لا؟ قال: لا؛ لأن في ذلك نفي فضيلة آدم عليه السلام؛ لأن الله تعالى قال لإبليس حين أبى عن السجود لآدم: ﴿مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ﴾ فقد خصّ خلقته بيده تفضيلا له، فلو قلنا بأن اليد عبارة عن القدرة لكان إبليس يحتجّ على الله ويقول «خلقتَه بقدرتك كما خلقتَني بقدرتك فأنىّ له الفضل عليّ».

والأصل في جميع المتشبهات لأهل السنة والجماعة طريقان، أحدهما: أن الإيمان بما قال الله تعالى على ما أراد الله تعالى وترك الاشتغال بالتأويل، والثاني: تجويز التأويل الصحيح والاشتغال بالتأويل الذي لايؤدي إلى التعطيل ولا إلى التشبيه ليكون إيمانا بما قال الله تعالى على ما أراد الله تعالى وبيانا على ما هو المذهب، وهذا أصحّ، وهكذا نقول في الوجه والعين والجَنْب المذكور في القرآن المضافِ إلى الله تعالى. ومن قال بحدوث صفة من صفات الله فهو كافر.

م: وإذا قال: «بين يدي الله تعالى»، فقد قال بعض مشايخنا: إن هذا اللفظ لايجوز، وقال بعضهم: يجوز، وقال الشيخ الإمام شمس الأئمة

فتوی نمبر: 16

الحلواني: إن هذا اللفظ موسَّعٌ في اللسان في العربية والفارسية، وإن كان الله سبحانه وتعالى منــزّهاً عن الجهة ولكن كثيرا من الأخبار والآثار ورد بهذا اللفظ، وذكر شمس الأئمة السرخسي فقال: هذا اللفظ يجوز إطلاقه بالعربية والفارسية، ومن يتحرز عن الفارسية فإنما يتحرز مخافة فتنة الجهال، أما من حيث الدين فلا بأس به.(1)

اور جب کسی شخص نے یہ کہا کہ خدا کا ہاتھ لمبا ہے تو اکثر فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ یہ فقرہ کفریہ ہے۔ اور "الخلاصہ" میں ہے کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "یہ کفر نہیں ہے"۔ بعض حنفی فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا اگر بولنے والا اس فقرے میں آنے والے لفظ "ید" سے مراد وہ ہاتھ لے گا جو کہ انسانوں کا ہاتھ (عضو) ہوتا ہے تو یہ کفر ہو جائے گا (کیونکہ یہ باری تعالیٰ کی تجسیم کا عقیدہ ہو جائے گا) اور اگر اس کی مراد اللہ تعالیٰ کی صفت "قدرت" ہے تو پھر یہ جملہ کفریہ نہیں ہو گا۔

اور "نصاب" میں ہے کہ کسی عورت کو اپنے شوہر کی سفر سے واپسی کی اطلاع ملی اور اس نے کہا کہ میرے شوہر کا آنا تو ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ

---

(1) الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل: فيما قال في ذات الله وصفاته، ج: 5، ص: 462

فتویٰ نمبر: 16

(میرے سر پر) آگیا ہو، تو اس کا یہ جملہ کفریہ ہے۔ اور "اُصول الصفار" میں ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ اس متذکرۂ بالا جملے میں اگر وہ عورت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے مراد قدرت لے تو کیا یہ تاویل درست رہے گی؟ انہوں نے فرمایا نہیں؛ کیونکہ اگر قدرت مراد لے لی جائے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی نفی ہو جائے گی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرے تو اس نے انکار کر دیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿قَالَ يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ﴾[1]

(اللہ تعالیٰ نے) دریافت فرمایا کہ اے ابلیس! اس شخص کو سجدہ کرنے سے تجھے کیا رُکاوٹ پیدا ہوئی، جسے میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا۔

سو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں (بِيَدَيَّ) سے پیدا کرنے کا جو ذکر فرمایا تو یہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برتری اور اعلیٰ ہونے کی وجہ سے ذکر فرمایا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ید (ہاتھ) سے مراد قدرت ہے تو شیطان اللہ تعالیٰ کے خلاف دلیل میں یہ کہہ سکتا تھا کہ اے پروردگار جیسے تو نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت سے پیدا فرمایا مجھے بھی تو آپ نے اپنی قدرت ہی سے پیدا فرمایا ہے تو

---

(1) پ: 23، سورة: ص، آیت: 75

فتوی نمبر: 16

پھر وہ کیسے مجھ سے افضل ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات متشابہات کے بارے میں "اہل السنۃ والجماعۃ" کے ایمان لانے کے دو طریقے ہیں:

① یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات متشابہات پر ایسے ہی ایمان رکھا جائے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے اور تاویل کا طریقہ نہ اختیار کیا جائے۔

② یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کی صحیح تاویل (جو کہ کتاب وسنت اور سلف صالحین سے ثابت ہے) کی جائے، ایسی تاویلات جو صفات باری کے معطل اور مخلوق کے متشابہ ہونے کو بیان کریں ان کو ردّ کیا جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایسے ہی ایمان ہو جیسے کہ مطلوب ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے طریقے پر کاربند رہا جاسکے اور یہ صحیح ترین طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے چہرے (الوجہ) آنکھوں (العین) اور پہلوؤں (الجنب) کا جو ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے، کے بارے میں ہمارا مسلک یہی ہے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ وہ زائل ہو جانے والی یا مخلوق ہیں، وہ کافر ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا "اللہ تعالیٰ کے سامنے "تو ہمارے بعض مشائخ نے اس فقرے کو بولنے سے منع فرمایا ہے اور کچھ علماء کا مؤقف یہ ہے کہ یوں کہنا درست ہے۔ امام شمس الائمہ حلوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس فقرے

فتویٰ نمبر: 16

کو بولنے کے لیے عربی اور فارسی زبانوں میں بہت گنجائش موجود ہے اگرچہ عقیدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سمت سے پاک ہے اور ماوراء ہے لیکن احادیث وآثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ فقرہ بکثرت استعمال ہوا ہے۔

شمس الائمہ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس فقرے کا استعمال عربی اور فارسی زبان میں درست ہے اور اگر کوئی شخص فارسی بولتا ہے لیکن اس جملے کو استعمال کرنے سے اس لیے بچتا ہے کہ جاہل لوگ اس باریک فرق کو نہیں سمجھ سکیں گے اور آزمائش میں پڑ جائیں گے تو اس شخص کا اس فقرے کو استعمال نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اُمید ہے اس تفصیل سے آپ کو اپنے سوال کا جواب مل گیا ہو گا۔

www.seerat.net